

قرآن کریم کا علم النفس

ادارہ ثقافت اسلامیہ کے بانی ڈاکٹر محمد خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کی ایک ریڈیو تقریر دست یاب ہوئی ہے، جو انھوں نے ۱۹۵۴ء میں کی تھی۔ اسے ریڈیو پاکستان لاہور کے شکریے کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

مذہبی صحیفوں کے متعلق ہزار ہا سلسلہ تک پیروانِ مذہب کا یہ پختہ عقیدہ رہا کہ مذہبی صحیفے میں تمام علوم پائے جاتے ہیں۔ طبیعیات، ہیئت یا علم الافلاک، نباتات و جمادات کا علم غرضیکہ حیات و کائنات کے تمام شعبوں کے متعلق مذہبی صحیفہ تمام حقیقی اور ضروری معلومات کا خزانہ ہوتا ہے۔ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے یا سورج زمین کے گرد گھومتا ہے، اس کا جواب بھی مذہبی صحیفے سے طلب کیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ علوم طبیعیہ یا علوم عقلیہ کی ترقی قائم قدم پر دین سے متصادم ہوتی رہی۔ دین و دانش کی پیکار کا زیادہ تر یہی موجب تھا کہ دین عالمِ طبعی اور عالمِ عقلی کے متعلق تفصیلی معلومات اور قوانین کا سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا۔ اب بھی یہ صورت حال دنیا میں جا بجا باقی ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جن کو یہ بصیرت حاصل ہو گئی ہو کہ دین مابیتِ حیات اور اقاربِ حیات کی بابت ایک عقیدے یا ایک زاویہ نگاہ کا نام ہے۔ اس کا کام اساسی طور پر ایک نظریہ حیات پیش کرنا ہے، ہیئت یا نباتات اور جمادات کے قوانین کے متعلق تفصیلات کی تعلیم دینا یا امتنازع فیہ مسائل میں حکم بنانا اس کا وظیفہ نہیں ہے۔ دین کا اصلی اور انتہائی مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو یہ بتائے کہ حیات و کائنات میں انشیا و عوادث کی کثرت ایک وحدتِ حقیقی سے سرزد ہوتی ہے، اس وحدتِ ناظمہ اور محافظِ اقدارِ قوت کو خدا کہتے ہیں۔

اس خدا کی فطرت ہے جو دائم و قائم ہے اور اس میں کوئی بے اصول تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ حیات و کائنات کا ہر شعبہ اس فطرتِ الہیہ کا آئینہ دار ہے اور انسانی فطرت بھی اسی فطرتِ الہیہ پر ڈھالی گئی ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ حقیقت فقط اتنی ہے اور جو کچھ اس سے الگ یا اس کے مخالف ہے وہ محض افسون و فساد ہے۔

چوں نمیدند حقیقت روح افسانہ زدند
اصل دین فقط اتنا ہے جس کو قرآن کریم نے عظیم الفاظ میں بیان کر دیا ہے :

فطرت اللہ التي فطر الناس عليها - ذلک للذین القیم -

مظاہر طبعیہ کے متعلق قرآن نے کثرت و وحدت کا ایک اساسی رشتہ بنا کر انسان کی عقل کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے تجربے، مشاہدے اور استدلال سے اس حقیقت کو زیادہ سے زیادہ اپنے اوپر منکشف کرنا چلا جائے، اس انداز سے حاصل کردہ آفاق کا علم انسان کو دنیا شناس اور خدا شناس بنادے گا۔ خدا نے یہ کام اپنے ذمے نہیں لیا کہ مظاہر کے تفصیلی قوانین اور حوادث کے تفصیلی آئین کا سبق انسان کو پڑھائے، ایسی معلومات کا حصول انسان کی اپنی علمی اور عملی جدوجہد کا نتیجہ ہونا چاہیے قرآن کے نظریے کے مطابق ایک عالم انفس ہے اور ایک عالم آفاق - یہ دو عالم ایک ہی حقیقت وحدہ کے دو رخ ہیں، اس لیے ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا۔ ایک حقیقت واحدہ کا ظاہر ہے اور ایک اس کا باطن۔

اور حقیقت اس کو کہتے ہیں جس کے ظاہر اور باطن میں تخالف نہ ہو۔ عالم آفاق یا عالم طبعی کے متعلق دین چند اساسی اصول بتا کر اس کی مزید تحقیق کو انسان کی تلاش پر چھوڑ دیتا ہے، اور وہ اساسی اصول ایسے ہیں کہ علوم طبعیہ یا علوم عقلیہ اس سے باہر نہیں جاسکتے۔ اسی طرح عالم نفس یا نفوس کے علم کے متعلق بھی دین کی اس خالص صورت میں جسے اسلام کہتے ہیں کچھ بنیادی بیان کیے ہیں۔ ان اصول کو بیان کرنے کے بعد قرآن اس کا متقاضی ہے کہ اب تم اپنے نفوس کا گہرا مطالعہ کرو۔ یہ ایک بے پایاں عالم ہے لیکن یہ عالم بھی اپنی ایک مخصوص فطرت رکھتا ہے اور خاص آئین کے زیر نگین ہے، چونکہ دین کا مقصد نفس انسانی کی اصلاح ہے اس لیے قرآن میں نفسیات کے اصول عالم آفاق کے قوانین کے مقابلے میں کسی قدر زیادہ تشریح اور توضیح کے ساتھ ملتے ہیں۔ آج کی اس مختصر تقریر میں میں قرآنی علم النفس کے چند بنیادی حقائق بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ جدید سائنس نے دینی عقائد کی بنیادیں ہلادی ہیں اور جدید نفسیات نے طبعی سائنس کی معاون بن کر مذہب کی پوری طرح تیج کنی کر دی ہے۔ ایسے دیکھیں کہ قرآن نفس انسانی کے متعلق کیا کہتا ہے: نفس انسانی کی ماہیت یہ ہے کہ وہ طبعی خواص کے تحت عمل کرتا ہے اور فطرت نے اس کو حقیقت

ازلی کا آئینہ بنانا چاہا ہے، اس میں عرفان کی صلاحیتیں ہیں، وہ محض تنازع للبقا یا STRUGGLE FOR EXISTANCE کا آلہ نہیں ہے بلکہ حقیقت شناسی کا آلہ ہے۔ خدا نے خود اپنی روح اس کے اندر بھونکی ہے، اس لیے روح انسانی اور روح الہی میں ایک ازلی رشتہ ہے۔ اگر نفس انسانی کی یہی حقیقت ہے تو اس پر اسرار حیات منکشف ہو سکتے ہیں، اس لیے لادریت یا Agnosticism کا قنوط تنگ نظری یا بے بصیری کا نتیجہ ہے۔ انسان کو یا اس ہو کر سپر انداختہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ نفس انسانی حقیقت ازلی کا ہم ذات اور ہم صفات ہونے کی فطری صلاحیت رکھتا ہے۔ نفس انسانی خدا نہیں بن سکتا لیکن تخلق باعلاق اللہ کی مشق کرتا ہوا اس کا ہم رنگ ہوتا جاتا ہے۔ صبغة اللہ میں رنگے جانا اس کا مقصود حیات ہے۔

نفس انسانی داغ کے MOLECULES یا سالمات کے تعامل کا کرشمہ نہیں بقول مولانا روم:

قالب از ہست شد نے ما ازو

علم یا عرفان نفس انسانی کی فطرت میں داخل ہے۔ علمہ ابیان — علم آدم الالہ — علم الانسان مالم یعلم — علم کو جہل پر ترجیح دینا اس کی ماہیت میں داخل ہے۔ نفس انسانی کے لیے علم کے تمام دروازے کھلے ہیں اور کھلے ہونے چاہئیں۔

روح انسانی اور روح الہی کی مماثلت سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ جس قدر کسی شخص کو اپنے نفس کا عرفان ہوتا جائے گا اسی قدر اس کا عرفان الہی یا علم حقیقت ازلی بڑھتا جائے گا۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه — یہ عمل دونوں طرف سے ہوگا۔ عرفان رب سے انسان کا اپنے نفس کا عرفان بڑھے گا اور اپنے نفس کے عرفان سے عرفان ذات و صفات الہیہ میں ترقی ہوگی۔

قرآن کے علم النفس میں ایک اور بنیادی حقیقت یہ بیان ہوئی ہے کہ نوع انسان میں اگرچہ افراد کی کثرت ہے اور ان کے انفرادی صفات میں بہت کچھ تنوع ہے لیکن اساسی طور پر تمام انسانوں کی فطرت ایک ہی ہے، اس لیے کہ تمام انسان ایک نفس واحد سے پیدا کیے گئے ہیں، جس طرح ہر نفس بذات خود ایک وحدت ہے، اسی طرح تمام نفوس انسانہ ایک وحدت کے رشتے میں منسلک ہیں۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ دخلق منها زوجا، مرد و زن سب میں ایک ہی نفس ہے۔ جب افراد و اقوام اس حقیقت سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو ایک دوسرے سے الگ

سمجھنے لگیں گے اور اس وہم میں پڑ جائیں گے کہ ایک کے نقصان سے دوسرے کو حقیقی نفع حاصل ہو سکتا ہے وہ داخلی اور خارجی فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جائیں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ نوعِ انسانی کی ابتدائی خلقت ہو یا بعد کے احیاء ارتقا کی صورت، اس کی بنا و وحدتِ نفوسِ انسانی ہے، ماخلقکم ولا بعثکم الا کنفسٍ واحدة۔

نفسِ انسانی کی ایک اصلی اور نصب العینی حقیقت ہے اور ایک اس کی وہ حالت جو مادی اور جسمانی عالم سے وابستہ ہو کہ اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیاوی زندگی میں نفسِ انسانی کا ایک رخ بلند کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا رخ نیستی کی طرف۔ اس کیفیتِ نفسی کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم ردوہ الی اسفل سافلیں۔

فراہد کی قسم کی نفسیات کی نظر اس کے اسفل السافلیں پر پڑتی ہے اور اس نے اسی پہلو کو نفس کی اصل قرار دے لیا ہے۔ فراہد اس کے نصب العینی یا الہی پہلو کو فریبِ فہم قرار دیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں قرآن انسانی نفس کے دونوں پہلوؤں پر نظر رکھتا ہے اور ان کے باہمی توافق و تخالف پر روشنی ڈالتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انسان جب بلند ہوتا ہے تو اس کے اعضاء و جوارح کے افعال بھی خدا کے اپنے افعال بن جاتے ہیں۔ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ بن جاتا ہے اور فراستِ مؤمن اس درجے پر پہنچ جاتی ہے کہ وہ منظرِ نبویؐ اور اسفل السافلیں میں گزرتا گزرتا یہاں تک گر سکتا ہے کہ وہ جانوروں کے مقابلے میں بھی پست تر ہو جائے۔ اولیٰک، کالانعام بل هم اضل۔

جدید نفسیات نے انسان کی اندرونی کشاکش پر بہت روشنی ڈالی ہے اور اس کے اسباب و علل کو دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں مرض کی تشخیص کے بعد مختلف قسم کے نفسی معالجے بھی تجویز کیے ہیں۔ قرآن بھی اس نفسی پیکار کا ذکر کرتا ہے اور اس کا علاج تجویز کرتا ہے۔ قرآن کی Psychotherapy بہت سادہ لیکن تیر بہدف نسخہ اکسیر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ خلل یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ نفس اپنی وحدت کو پس پشت ڈال کر کسی ایک خواہش یا چند خواہشات کو اپنے اوپر اس طرح حاوی کر لیتا ہے کہ وہ خواہشات پر قادر ہونے کے بجائے ان سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کوئی ایک خواہش غیر جمعی قوت حاصل کر کے فقط اُتر نہیں بلکہ اُتار یعنی جابر اور ڈکٹیٹر بن جاتی ہے۔ نفس کی اس حالت کے متعلق کہا گیا ہے، ان النفس الامارۃ بالسوء

لیکن نفس میں اگر اس طرح آثار ہونے ہی کا میلان ہوتا تو تمام انسانی نفوس قعر مذلت میں گر جاتے، چوں کہ یہ گری ہوئی حالت نفس کی بنیادی حقیقت میں داخل نہیں اس لیے نفس کا نصب العینی پہلو اس کو ملامت کرنے لگتا ہے۔ نفس کی اس حالت کو قرآن نفسِ توامہ کہتا ہے اور اس کو اس زور کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ کہ خدا اس کی قسم کھاتا ہے۔ ولا اقسم بالنفس التوامہ۔

یہ نفسِ توامہ وہی نفس ہے جسے عام طور پر ضمیر کہتے ہیں۔ یہ آواز کبھی دھیمی ہوتی ہے اور کبھی تیز۔ زندگی میں کوئی غلط راستہ اختیار کرنے سے انسان کے اندر یہ احتجاج پیدا ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص غلطی کو غلط سمجھ لے، اس کے بعد عمل کی کوتاہی سے بھی جو غمزہ سرزد ہو وہ قلبِ انسانی میں کوئی ناقابلِ علاج مرض پیدا نہیں کرتی، لیکن اگر بدی پر اصرار کیا جائے تو قرآن کی نفسیاتی کے بموجب یہ بدی مرض کی طرح لاحق ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر اخلاقی مریض اس مرض کو نہ سمجھے تو علاج نہ کرنے کی وجہ سے اس مرض میں خود بخود اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً، اللہ کے مقرر کردہ اخلاقی قوانین اور نفسی آئین اس مرض کو بڑھاتے جاتے ہیں لیکن اگر نفسِ توامہ، نفسِ امارہ پر قابو پالے تو اندرونی کشاکش ختم ہو جاتی ہے اور نفسیاتی توازن قائم ہو جاتا ہے جس سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ تمام نفسی زندگی فطرتاً ہی توازن اور اطمینان کی طالب ہے۔ اور انسان بدی کے بھی جو راستے اختیار کرتا ہے وہ اس غلط فہمی کی بنا پر کرتا ہے کہ اس طریقے سے اس کو جلد سرور و سکون اور اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ ہر عمل میں حق کا ایک ہی سیدھا راستہ ہوتا ہے جسے صراطِ مستقیم کہتے ہیں اور اللہ لوگوں کو اسی راستے پر چل کر اپنے تک پہنچنے کی تلقین کرتا ہے۔ زندگی کو ایک با مقصد چیز سمجھنا اور اس میں اس کا حاصل قرار دینا ایمان کہلاتا ہے۔ ایمان کے دو پہلو ہیں، ایک عرفان اور دوسرے عملِ صالح۔ اگر زندگی کو با معنی سمجھنے کا ایقان اور اس معنی اور مقصد کی تحقیق کے لیے عملِ صالح نہ ہو تو انسان کا نفسی خلیجان ختم نہیں ہو سکتا۔ ایمان کے بغیر انسان زندگی کو ایک بے مقصد زحمت تصور کرے گا اور اس کو ہمیشہ ہی احساس ہوگا کہ یہ گھاٹے کا سودا ہے یا سانپ کے منہ کی چھچھوند رہے، جسے نہ نکل سکے نہ اُگل سکے۔ قرآن نے تمام عمر کو شاہد قرار دے کر اس نفسی حقیقت کو آشکار کیا ہے۔ ان الانسان لفی خسر۔ تمام انسان زندگی میں گھاٹے ہی میں ہیں جب تک کہ وہ ملحد اخلاقی نصب العین پر ایمان رکھتے ہوئے اعمالِ صالحہ کو

اپنا شیوہ بنالیں۔ حق کا یقین اور پھر اس پر مستقل مزاجی سے عمل۔ جب کوئی شخص کسی نصب العین کو حق سمجھتا ہے تو اس کے حصول میں اگر اس کو تکلیف بھی پہنچے تو وہ اس زحمت کو بھی رحمت کا پیش خم سمجھتا ہے۔ وہ ایمان لے لے گا کہ اس سے نقصان نہ آئے گا۔ اگر یہ بات نہ ہو تو ادھر ادھر راحت کی تلاش میں جھکتا ہوا غاضبی لذت کے سراپ سے اطمینان کی پیاس بجھا چاہتا ہے جس میں اسے کامیابی نہیں ہوتی۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے :

گر گریزی با امید راستے ہم درآں جا پیشیت آید آفتے

بیج کجے بے درو بے دامنیت جز بخلوت گاہ حق عالم نیست

اس خلوت گاہ حق پر پہنچ کر وہ کیفیت حاصل ہوتی ہے جسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ یا ایہما

النفس المطمئنة ارجعی الی ربک باخضیۃ مرضیۃ۔

زمانہ حال میں علم النفس میں انسان نے بہت ترقی کی ہے، شعور سے گزر کر تحت الشعور کی باتوں میں غوطے دکائے ہیں۔ کسی نے اس تحت الشعور سے موتی نکالے ہیں اور کسی کے ہاتھ فرانڈ کی طرح زیادہ تریکچر ہی آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحت الشعور میں حکمت اور الوہیت کے بے بہا موتی بھی ہیں اور کیچر بھی ہے۔ تحت الشعور میں وہ روح الہی بھی ہے جو نفس انسانی میں پھونکی گئی، اور اسفل السافلین کا کیچر بھی ہے۔ کیچر کا طالب اس میں سے کیچر نکالتا ہے اور موتی کا طالب موتی حاصل کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ احسن تقویم کے ساتھ اسفل السافلین بھی موجود ہے۔ انسانی نفس رحمت اور شیطنت کا میدان کارزار ہے، جنت بھی اس کے اندر سے ابھرتی ہے اور دوزخ بھی۔ مادیت کے زیر اثر جو علم النفس پیدا ہوا ہے وہ اسفل کو حقیقی اور ارفع کو نفس کا ایک خوش گوار دھوکا قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس قرآنی علم النفس نصب العین انکو حقیقی اور نفس اسفل کو حقیقت سے بُرد قرار دیتا ہے۔ فرنگ کی موجودہ نفسیات کا عام میلان یہ ہے کہ مادیت اور حیوانیت کو اساسی قرار دے کر انسان کی خدا طلبی کو رسمی قرار دے یا سرے سے نفس کے مستقل وجود کا ہی انکار کر دے۔ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کی بنا پر ایک اعلیٰ درجے کا علم النفس تعمیر کیا جاسکتا ہے جس کے مقابلے میں فرانڈ، ینگ آڈور اور وائسن کے تصورات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ مشتمل نمونہ از خروارے، میں نے دو ایک نکتے قرآنی نفسیات کی اس مختصر تقریر میں بیان کیے ہیں۔ قرآن طبعیات